۲۶

یوم التبلیغ کے متعلق ضروری ہدایات

(فرمودہ ۱۳- اکتوبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے سال مجلس شوریٰ کے موقع پر جماعت کے نمائندوں سے مشورہ کرنے کے بعد مَیں نے فیصلہ کیا تھا کہ ہر سال ایک یوم التبلیغ احمدیت کیلئے اور ایک یوم التبلیغ اسلام کیلئے مقرر کیا جایا کرے- یوں تو مومن کیلئے ہر دن یوم تبلیغ ہی ہوتا ہے- کیونکہ رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص حق کے پہنچانے سے خاموش رہتا ہے وہ گویا شیطان اخرس ہے[1]- اب کون مومن یہ پسند کرے گا کہ کوئی دن اس پر ایسا آئے جب کہ وہ شیطان کہلائے-

پس ہر مومن اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ پیغامِ حق جو خداتعالیٰ کی طرف سے دنیا کی ہدایت کیلئے نازل ہوا حتّی الوسع لوگوں تک پہنچاتا رہے- خواہ قلم سے پہنچائے، خواہ زبان سے اور خواہ عمل سے- مگر بہرحال اس کی تبلیغ کرتا ہے- پس یوں تو تبلیغ ہر مومن کا فرض ہے- اور یقینی طور پر میں کہہ سکتا ہوں کہ ہر سچا مومن ہرروز تبلیغ کرتا ہی ہوگا- لیکن بعض کمزور طبائع ایسی ہوتی ہیں جو بیدار کئے جانے کی محتاج ہوتی ہیں- اور اس بات کی منتظر ہوتی ہیں کہ کوئی آئے اور انہیں تبلیغ کرنے کی تحریک کرے- گویا عملاً اس بات کا انتظار کررہی ہوتی ہیں کہ کوئی آکر انہیں جگائے- سونے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں- ایک وہ جن کے ماتحت سونا ہوتا ہے اور ایک وہ جو خود سونے کے ماتحت ہوتے ہیں- جن کے قبضہ میں نیند ہوتی ہے، وہ جب چاہتے ہیں اٹھ بیٹھتے ہیں خواہ رات کے پہلے حصہ میں اٹھنا چاہیں یا آخر حصہ میں- مگر

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نیند ان پر غالب ہوتی ہے- وہ آٹھ نو بلکہ دس بجے صبح تک سوتے رہیں گے- کیونکہ جتنا کوئی شخص نیند کو بڑھانا چاہے اسی قدر وہ بڑھتی چلی جاتی ہے اور کسل زیادہ ہوتا جاتا ہے- ایسے لوگوں کو اگر کوئی دس بجے بھی جگائے تو وہ سستی سے آنکھیں ملتے جمائیاں اور انگڑائیاں لیتے اُٹھیں گے- اور یوں معلوم ہوگا کہ گویا انہیں سوئے ابھی دو منٹ ہی ہوئے تھے کہ جگادیا گیا- مگر دوسرا شخص جس نے نیند کو اپنے قابو میں کیاہوتا ہے- اگر اس کے سوتے ہوئے پاس سے بھی کوئی شخص گزر جائے تو وہ جاگ اُٹھتا ہے خواہ شروع رات میں کوئی گزرے یا آخر رات میں- یہی کیفیت روحانی حالت میں بھی ہوتی ہے- بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ آپ ہی آپ ان کی آنکھ کھلتی رہتی ہے اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد وہ جاگتے ہیں- اور اگر وقت نہیں ہوتا تو پھر سوجاتے ہیں- پھر آنکھ کھل جاتی ہے اور وہ ذکرالٰہی کرلیتے ہیں- یا بعض ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ کسی کے گزرنے سے تو ان کی آنکھ نہیں کھلتی- جوانی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ سوئے چلے جاتے ہیں- مگروقت پر اٹھ بیٹھتے ہیں جیسے تہجد کی نماز یا فجر کی نماز کے وقت- تو جیسی جیسی کسی کو توفیق ہوتی ہے' اس کے مطابق وہ جاگ اُٹھتا اور اپنے کام میں مشغول ہوجاتا ہے- مگر بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ سوئے چلے جاتے ہیں اور نہیں جاگتے جب تک کوئی شخص انہیں آکر نہ جگائے- اسی طرح روحانیت میں بھی ہوتا ہے- مومن تو سب کہلاتے ہیں مگر تبلیغ اور روحانیت کی ترقی کی طرف بعض لوگ توجہ نہیں کرتے- جب تک کوئی شخص انہیں توجہ نہ دلائے- ایسے لوگوں کو کبھی سیکرٹری تبلیغ بیدار کرتا ہے' کبھی پریذیڈنٹ بیدار کرتا ہے- یہ لوگ انگڑائیاں لیتے آنکھیں ملتے اور سُستی ظاہر کرتے ہوئے اُٹھتے ہیں- اور جیسے نیند کا متوالا کہتا ہے یہ بھی کہتے ہیں اتنی جلدی کیا ہے- آپ فکر کیوں کرتے ہیں زیادہ دیر تو نہیں ہوئی- پھر تھوڑی دیر بیٹھے رہیں گے' حیران ہوں گے کہ ان لوگوں کو جلدی کی کیوں فکر پڑی ہے- اور جب زیادہ اصرار کیا جائے گا تو اُٹھ بیٹھیں گے- اور دوسروں کے ساتھ مل کر تبلیغ میں مشغول ہوجائیں گے-

غرض ایسی طبائع کیلئے ضروری ہے کہ بیداری کے سامان مہیا کئے جائیں- اور ایسے ہی سامانوں میں سے ایک تبلیغ کا دن بھی ہے- چونکہ اس دن ساری جماعت فیصلہ کرلیتی ہے کہ وہ تبلیغ میں حصہ لے گی اس لئے سُست لوگ بھی اُٹھ بیٹھتے ہیں- خواہ وہ شکایت ہی کرتے ہوئے اُٹھیں' احتجاج کرتے ہوئے اٹھیں- مگر بہرحال اُٹھ بیٹھتے ہیں اور تبلیغ میں مشغول ہوجاتے

ہیں۔ اسی طرح اس دن یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ منافق کون ہے اور سُست کون۔ کیونکہ منافق اور سست آدمی میں بظاہر فرق نہیں ہوتا۔ رسول کریم ﷺ نے منافق کی نشانی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ عشاء اور صبح کی نماز میں نہیں آتا؂ ۔ سست آدمی بھی ان نمازوں میں نہیں آتا۔ اور بظاہر یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ عشاء اور صبح کی نمازوں میں نہ آنے والوں میں سے سست کون ہے اور منافق کون۔ تبلیغ کا دن اس امتیاز کو بھی ظاہر کردیتا ہے۔ سست آدمی کے سامنے جب تبلیغ کرنے کا سوال آئے گا تو وہ بہانے بنائے گا۔ کہے گا تبلیغ ہر روز ہی ہونی چاہیئے' صرف ایک دن تبلیغ کیلئے مخصوص کرلینے کی کیا ضرورت ہے۔ وہ اس قسم کی باتیں کرے گا کہ خیال آئے گا وہ ہرروز ہی تبلیغ کرتا رہتا ہے۔ حالانکہ وہ اس دن کی تبلیغ سے بچنے کیلئے اس قسم کی باتیں کررہا ہوگا اور خود بھی یہی سمجھے گا۔ مگر کہے گا دوسروں سے یہی کہ ایک خاص دن مقرر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اس طرح فساد بڑھے گا۔ جھگڑے ہوں گے۔ اور لڑائی ہوجانے کا بھی امکان ہے۔ مگر جب اس پر زیادہ زور دیا جائے گا تو وہ اٹھ کھڑا ہوگا۔ کہے گا اچھا حکم جو ہوا تبلیغ کیلئے چل پڑتے ہیں۔ گو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک دن کو تبلیغ کیلئے کیوں مخصوص کرلیا گیا ہے۔ اس طرح لوگوں کے کہنے سے اٹھتا اور تبلیغ کیلئے نکل کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں منافق آدمی صرف اعتراض کرے گا اور تبلیغ کیلئے نکلے گا نہیں کیونکہ تبلیغ کیلئے نکلنا اس کیلئے موت ہے۔ اگر ظاہر میں لوگوں کو دکھانے کیلئے تبلیغ کیلئے نکل بھی پڑے گا تو دیکھنے والے دیکھیں گے کہ وہ لوگوں میں تبلیغ نہیں کررہا ہوگا۔ بلکہ کہیں تو وہ لہوولعب میں مشغول ہوگا۔ کہیں اس شکایت میں مصروف ہوگا کہ یہ اسلام کیلئے اتحاد کے دن تھے مگر انہوں نے خوامخواہ فتنہ ڈال دیا۔ اور دوسروں کو اپنے اندر شامل کرنے کی کوشش شروع کردی۔ وہ نام کا تو احمدی ہوگا مگر اس کے اعمال ظاہر کردیں گے کہ وہ احمدی نہیں بلکہ منافق ہے۔ توکم از کم اس دن کا یہ بھی فائدہ ہے کہ اس طرح سُست اور منافق آدمی کا پتہ چل جاتا ہے۔ پھر تمام لوگوں کی مجموعی طاقت میں بھی ایک برکت ہوجاتی ہے۔ جیسے عمرہ ہمیشہ ہی ہوسکتا ہے۔ مگر حج کیلئے خداتعالیٰ نے ایک دن مقرر کردیا۔ جس میں ہر صاحب استطاعت شخص مکہ میں جاتا ہے۔ اس امر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ جب سب لوگ اکٹھے ہوکر جائیں گے تو غیروں کو انگیخت ہوگی اور دشمن کہے گا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔

پس باوجود اس کے کہ یہ اعتراض حج پر بھی ہوسکتا ہے اور باوجود اس کے کہ یہ

اعتراض جمعہ پر بھی ہوسکتا ہے کیونکہ جمعہ کے روز بھی حکم ہے کہ لوگ اکٹھے ہوکر نماز پڑھیں اور اسلام اس کا حکم دیتا ہے۔ پھر عیدین پر بھی یہ اعتراض ہوسکتا ہے کیونکہ وہاں بھی حکم ہے کہ اردگرد کے گاؤں والے ایک خاص جگہ اکٹھے ہوکر عبادت کریں۔ اسلام نے ان امور کو قائم رکھا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اتحادِ عمل سے برکت پیدا ہوتی ہے۔ فرداً فرداً بھی بیشک لوگ تبلیغ کرتے ہیں۔ لیکن ذہنی طور پر اگر یہ خیال نہ ہو کہ سارے ہی تبلیغ کررہے ہیں تو برکت میں کمی آجاتی ہے۔ اگر کوئی شخص یہ خیال کرے گا کہ آج ہر شخص ہی تبلیغ کررہا ہے تو وہ سمجھے گا کہ آج مقابلہ کا دن ہے۔ اور وہ کوشش کرے گا کہ تبلیغ میں دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائے۔ اور اس طرح روزانہ کی نسبت زیادہ عمدگی سے تبلیغ کے فرائض سرانجام دے گا۔ پس یوم التبلیغ ایک نہایت ہی ضروری دن ہے اور اس میں فتنہ کی کوئی صورت نہیں۔ مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ ہم اپنے اعمال سے اس میں اعتراض کی صورت پیدا کرسکتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ہر چیز سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور بعض کی طبائع جوشیلی ہوتی ہیں۔ گو مقصد ان کا ناجائز فائدہ اٹھانا نہ ہو۔ مگر جوش کی وجہ سے ناجائز بات ان سے ظہور میں آجاتی ہے۔ جیسا کہ ایک صحابیؓ کے متعلق آتا ہے۔ کہ جب رسول کریم ﷺ فتح مکہ کیلئے تشریف لارہے تھے تو حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو پکڑ کر رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ جس وقت اسلامی لشکر آگے چلا تو ابوسفیان کہنے لگا۔ میں بھی دیکھوں لشکر کتنا بڑا ہے۔ وہ ایک طرف کھڑا ہوکر دیکھنے لگا۔ لشکر کا ہر حصہ اپنے اپنے پھریرے اور جھنڈے کے نیچے جارہا تھا کہ اتنے میں ایک انصاریوں کا دستہ گھوڑے دوڑاتا ہوا پاس سے گزرا۔ وہ انصاری اس شان اور تبختر سے جارہے تھے کہ ابوسفیان پوچھنے لگا یہ کون ہیں۔ سالارِ لشکر نے بھی یہ سن لیا۔ وہ کہنے لگا۔ ہم کون ہیں؟ اس کا ابھی پتہ لگ جائے گا جب ہم مکہ پہنچ کر تمہارے رشتہ داروں کی کھوپڑیاں توڑیں گے۔ اس نے رسول کریم ﷺ سے شکایت کی کہ آپ تو کہتے تھے کہ مکہ میں خون نہیں بہایا جائے گا لیکن یہاں ابھی سے جبکہ مکہ میں لشکر پہنچا نہیں۔ کھوپڑیاں توڑنے کے ارادے ہورہے ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس صحابی کو معزول کردیا اور اس کے بیٹے کو سالار لشکر بنادیا ہے۔ اس طرح آپ نے قبیلہ کے احساسات کا خیال بھی رکھ لیا اور قصوروار کو سزا بھی دے دی۔ جس شخص نے یہ فقرہ کہا وہ منافق نہیں بلکہ مومن تھا لیکن جوشیلی طبیعت رکھتا تھا۔ اسی طرح

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی بڑی جوشیلی طبیعت تھی - جب بھی کوئی ناپسندیدہ بات دیکھتے فوراً تلوار لے کر کھڑے ہوجاتے- اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے- اجازت ہو تو سر کاٹ دوں- تو بعض طبائع ایسی ہوتی ہیں جن میں جوش ہوتا ہے- وہ مخلص ہوتے ہیں مگر طبیعت کا جوش انہیں غلط راہ پر چلادیتا ہے- پھر کئی شرارتی بھی ہوتے ہیں جو ہم میں مل جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح لڑائی کرادیں- مجھے یاد ہے قادیان میں ایک دفعہ مَیں گھر کے اس کمرہ میں بیٹھا ہوا تھا جو گلی کے اوپر واقع ہے کہ یکدم مجھے شور کی آواز سنائی دی- میں نے دیکھا تو کچھ لوگ پرانے بازار کی طرف بھاگے جارہے ہیں- میں نے آواز دی کہ کیا ہوا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا- دوبارہ آواز دی مگر انہوں نے پھر کوئی جواب نہ دیا- یہاں تک کہ وہ نصف گلی تک پہنچ گئے- میں نے پھر آواز دی- تو مولوی رحمت علی صاحب جو اَب جاوا میں مبلّغ ہیں' اُس وقت طالب علم تھے کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے اطلاع آئی ہے کہ نیر صاحب کو بازار میں ہندوؤں نے ماردیا ہے- اور کئی احمدیوں کو بھی زخمی کردیا ہے- میں نے کہا اگر نیر صاحب کو ہندوؤں نے مار دیا ہے یا اور دس بیس احمدیوں کو مجروح کردیا ہے تو اس پر کوئی کارروائی کرنا میرا کام ہے تمہارا نہیں- تم آگے مت جاؤ- میرے اس کہنے پر وہ کھڑے تو ہوگئے مگر میں نے دیکھا کہ وہ اور دوسرے لڑکے غصہ سے اس طرح تھر تھر کانپ رہے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم کی ہر ایک بوٹی جوشِ غضب کے نیچے ہے- تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہوں گے- کہ بے اختیار وہ پھر دوڑ پڑے- میں نے پھر آواز دی مگر انہوں نے نہ سنی- پھر پکارا تو انہوں نے پھر بھی نہ سنا- یہاں تک کہ وہ اس موڑ پر پہنچ گئے- جہاں پہلے درد صاحب رہتے تھے- میں نے اُس وقت سمجھا- اگر اب بھی یہ نہ رُکے تو میری نظر سے اوجھل ہوجائیں گے- اور پھر ان کا رُکنا ناممکن ہوگا- اس لئے میں نے کہا- اگر ایک قدم بھی تم نے اب آگے بڑھایا تو میں تم سب کو جماعت سے خارج کردوں گا- میرے اس کہنے پر وہ رُک گئے- بعد میں معلوم ہوا کہ ایک غیر شخص دوست بن کر آیا- وہ کہنے لگا نیر صاحب مارے گئے ہیں- اور دس بیس احمدی ہندو بازار میں تڑپ رہے ہیں- حالانکہ نیر صاحب اُس وقت گھر میں آرام سے بیٹھے تھے- اور باقی احمدیوں میں سے بھی کوئی شخص وہاں نہ تھا- اور نہ کسی پر حملہ ہوا تھا- محض جھوٹ کسی نے یہ بات اُڑادی تاکہ سنتے ہی احمدی لڑ پڑیں اور مخالف مقدمہ دائر کردیں کہ احمدی فساد کرتے ہیں- اگر میں ان کو روک نہ دیتا تو بازار میں پہنچنے سے پہلے اگر رستہ میں ہی کوئی ہندو

مل جاتا تو اس سے لڑائی ہو جاتی۔

غرض جوشیلی طبائع جوش کی حالت میں نتائج کو نہیں دیکھتیں۔ پھر بعض دفعہ اُکسانے والے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح فساد ہو جاتا ہے۔ پس میں جہاں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ تبلیغ کے دن کو وفاداری' دیانتداری' اخلاص' تقویٰ اور شجاعت کے ساتھ نباہنا چاہیئے اور اس طرح تبلیغ کرنی چاہیئے کہ گویا تم نے اپنے فرائض کا حق ادا کردیا۔ وہاں میں یہ بھی نصیحت کرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارے جوشوں سے کوئی شخص ناجائز فائدہ اٹھائے۔ اور یوم التبلیغ بجائے مفید ہونے کے مضر ہو جائے۔ حضرت خلیفہ اول اپنے ایک عزیز کے متعلق فرمایا کرتے تھے۔ کہ وہ بڑی جوشیلی طبیعت رکھتے تھے۔ ایک دن کوئی رئیس آپ سے ملنے آیا۔ اس کا پاجامہ ذرا لمبا تھا اور ٹخنوں سے نیچے پڑتا تھا۔ نہ معلوم اس نے تبختر کی نیت سے لمبا رکھا ہوا تھا یا لمبا بن گیا تھا۔ جب وہ ملنے کیلئے آیا اور مجلس میں بیٹھ گیا۔ تو فرماتے میرے اس عزیز کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ اس نے وہ مسواک اس رئیس کے پاؤں پر آہستہ آہستہ مارنی شروع کی۔ اور ساتھ ساتھ اس حدیث کے عربی الفاظ دُہرانے شروع کردیئے جس میں آتا ہے کہ وہ تہ بند جو ٹخنوں سے نیچے ہو وہ آگ میں ہے۔ وہ مسواک مارتا جائے اور کہتا جائے۔ یہ آگ میں ہے' یہ آگ میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں تھوڑی دیر تو وہ رئیس میرے لحاظ سے چپ رہا۔ آخر اسے یہ ذلّت محسوس ہوئی کہ محفل میں اس سے یہ سلوک کیا جائے۔ اس نے نہایت ہی غصہ سے کہا۔ تجھے کس بیوقوف نے کہا ہے کہ میں مسلمان ہوں' میں مسلمان نہیں۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک میں اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہوں یہ حکم مجھ پر جاری رہے گا۔ اس لئے ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ میں اپنے مسلمان ہونے سے انکار کردوں۔ یہ ایک چھوٹی سی بات تھی مگر غلط طریق پر پیش کرنے سے اس شخص کو پہلی حالت سے بھی خراب کردیا۔ تو تبلیغ کے بھی ڈھنگ ہوتے ہیں۔ گو میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ کبھی سختی نہیں ہونی چاہیئے۔ بعض جگہ اسلام سختی کا حکم بھی دیتا ہے۔ جیسے بعض دفعہ والدین کو بچوں پر' مردوں کو عورتوں پر اور عورتوں کو خاوندوں پر ایک حد تک سختی کرنے کی اجازت ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے اگر کوئی مرد تہجد کیلئے اُٹھے اور اسے اپنی بیوی کے منہ پر پانی کا چھینٹا ڈال کر جگانا پڑے تو اس طرح اسے تہجد کیلئے جگائے۔ اسی طرح اگر بیوی کی آنکھ کھل جائے تو وہ بھی پانی کا چھینٹا ڈال کر خاوند کو جگاسکتی ہے[۵]۔ گویا ایک حد تک دونوں کو ایک دوسرے پر سختی کی اجازت ہے۔ پھر

استاد کو شاگردوں پر، مالک کو مملوک پر اور والیوں کو اپنے اپنے حلقہ کے لوگوں پر ایک حد تک سختی کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن جہاں سختی کا کوئی حق نہیں راہ چلتا مسافر ہے، برابر کا دوست ہے، افسر ہے، کسی قوم کا سردار ہے، بڑا آدمی یا کوئی غیر متعلق ناواقف شخص ہے، وہاں اگر آدمی سختی سے کام لے گا تو یقیناً ایسی سختی فتنہ و فساد کا موجب ہوگی۔ پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ اس دن کو نہایت محبت اخلاص اور تقوی کے ساتھ گزارنا چاہیئے۔ اور کوئی ایسی حرکت نہیں کرنی چاہیئے جس سے فساد ہو۔ مثلاً میرے نزدیک یہ بھی ایک غلط طریق ہے جسے اختیار کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ جلوس نکالا جائے۔ جلوس تبلیغ کا حصہ نہیں۔ اور اگر حصہ ہوتا تو رسول کریم ﷺ تبلیغ کیلئے ضرور جلوس نکالتے۔ مگر آپ نے کبھی جلوس نہیں نکالا۔ جلوس اور اغراض کے ماتحت نکالے جاتے ہیں۔ مثلاً اگر دشمن ہم سے لڑتا ہو دِق کرتا ہو۔ تو فوجی رنگ میں اس پر رُعب بٹھانے کیلئے ایک وقت جلوس بھی مفید ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر جلوس کا نکالنا یا اپنی طاقت کے اظہار کیلئے کوئی طریق اختیار کرنا ثواب کا موجب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ رسول کریم ﷺ جب صلح حدیبیہ کے بعد عمرہ کیلئے تشریف لائے تو آپ نے ایک صحابی کو دیکھا۔ کہ وہ اکڑ اکڑ کر چل رہا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تم اس طرح کیوں چلتے ہو۔ اس نے کہا یا رسول اللہ راستہ میں ملیریا کا زور رہا۔ ہم میں سے بہت سوں کو بخار نے آگھیرا۔ یہ خبر کافروں تک بھی پہنچ چکی ہے۔ اگر ہم جھکے چلیں تو یہ خیال کریں گے کہ مسلمانوں میں کوئی طاقت اور ہمت نہیں۔ پس میں اکڑ کر چلتا ہوں تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو کہ ہم ان کے مقابلہ کیلئے تیار ہیں۔ رسول کریم ﷺ نے اس صحابی کی اس گفتگو کو پسند کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کو بھی یہ بات پسند آئی ہے[۶]۔ تو بعض جگہ اکڑنا بھی مفید ہوتا ہے مگر ہر چیز کا موقع اور محل ہوتا ہے۔ جب دشمن ہم پر رُعب ڈالنا چاہے، وہ گرانا اور ذلیل کرنا چاہے، اس وقت اگر ہم نڈر ہو کر چلتے ہیں، جلوس نکالتے اور اپنا رُعب قائم کرتے ہیں تو یہ جائز ہوگا۔ مگر تبلیغ لڑائی کا وقت نہیں ہوتا یہ تو لجاجت، منتیں اور ترلے کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ بھلا سوچو تو اگر کوئی شخص کسی سے جاکر کہے کہ پیسہ دو۔ ورنہ تمہارا سر پھوڑ دوں گا تو کیا اسے پیسہ مل جائے گا۔ سوالی کو تو ترلے ہی زیب دیتے ہیں۔ جب ہم تبلیغ کرتے ہیں تو لوگوں سے ایک دان، ایک صدقہ، ایک خیرات طلب کرتے ہیں۔ ان کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کی ان کے دل کی، ان کے ایمان کی۔ گو اس کے بدلہ میں ہم ایک نہایت قیمتی چیز انہیں دیتے بھی ہیں۔ اور حقیقی

ایمان کی دولت سے انہیں مالامال کرتے ہیں- مگر جب وہ بات کر رہے ہوتے ہیں اس وقت تو وہ اُسی کو ایمان سمجھ رہے ہوتے ہیں جو ان کے پاس ہوتا ہے- پس سب سے پیاری اور قیمتی چیز ہم ان سے مانگتے ہیں- ان کا دل ان کادماغ اوران کی جان اپنے قبضہ میں کرنا چاہتے ہیں- ایسے موقع پر اگر ہم لٹھ لے کر کھڑے ہوجائیں تو کتنی بُری بات ہوگی- ترلے کے مقام پر لٹھ کتنی بُری چیز معلوم ہوتی ہے- میرا یہ مطلب نہیں کہ جب تم تبلیغ کرنے کیلئے نکلو تو تمہارے ہاتھوں میں سونٹانہ ہو- یہ تو میرا حکم ہے اور ہر مخلص احمدی کا فرض ہے کہ وہ اپنے ہاتھ میں سونٹا رکھے- بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ سونٹے کی نمائش نہ کی جائے- عاجزانہ رنگ میں دوسروں کے پاس جاؤ- تمہارے چہروں سے محبت کے آثار ظاہر ہوں- زبان پر شیریں الفاظ جاری ہوں- آنکھوں میں نمی ہو- اور یوں معلوم ہو کہ گویا یہ خیال تمہیں تڑپا رہا ہے کہ ایک عزیز تمہارا تباہ ہو رہا ہے- اسے بچانے کیلئے تم آئے ہو تم اپنے ڈوبتے بھائی کو بندوق کی گولی سے نہیں بچاسکتے بلکہ اسے سہارا دے کر اپنے اوپر اٹھالیتے ہو- یہی طریق تبلیغ میں بھی اختیار کرو-

پس گو جلوس سے جہاں احمدیوں کی کثرت ہو وہاں دوسرے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ کتنے بڑے جلوس میں احمدی جارہے ہیں- اور جہاں احمدیوں کا زور نہ ہو وہاں دوسرے لوگ یہ خیال کرسکتے ہیں کہ احمدی نڈر ہوتے ہیں- مگر باوجود اس خیال کے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانیں گے نہیں- بلکہ ایسی حالت میں اگر کسی غیراحمدی کو گھیر لیا جائے تو اس وقت اس کے اسی قسم کے خیالات ہوں گے جیسے ڈاکوؤں میں اگر کوئی شخص گھر جائے تو اس کے قلب کی کیفیت کیا ہوتی ہے- وہ بظاہر تو یہی کہہ رہا ہوگا کہ ہاں حضرت عیسیٰؑ وفات پاگئے- مگر دل میں یہ کہہ رہا ہوگا کہ خدایا! مجھے ان سے نجات دے- بظاہر باتیں سنتا جائے گا مگر اصل خیالات اس کے ادھر ہی ہوں گے کہ الٰہی میں کس مصیبت میں پھنس گیا مجھے جلدی ان سے چھٹکارا دے- پس اس قسم کا طریق اختیار کرنا تبلیغ کو نقصان پہنچانا ہے- پھر بعض دفعہ انسان اتنی لمبی اور فضول بات شروع کردیتا ہے کہ دوسرا تنگ آجاتا ہے- میں نے ملاقاتوں کے وقت دیکھا ہے بعض لوگ اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ پہلے پورا پیٹ بھر کر باتیں کرلیں- اور جب انہیں کہا جائے کہ اب وقت ختم ہوگیا تو وہ کہہ دیں کہ ایک بات اور کہنی ہے- پھر وہ ایک بات اسی طرح لمبی ہوتی جاتی ہے جس طرح ہمارے ملک میں مثل مشہور ہے کہ شیطان کی آنت کے برابر- پھر وہ ایک بات ختم کرلیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ذرا سی ایک اور بات بھی

ہے- حالانکہ انہیں پتہ ہوتا ہے کہ ان کا اتنا وقت مقرر ہے- اور اسی وقت میں انہیں تمام گفتگو کرنی چاہیئے مگروہ پہلے پیٹ بھر کر اور اور باتیں کرتے رہیں گے- اور جب وقت ختم ہوگا تو انہیں ایک بات اور یاد آجائے گی- پھر جب وہ بات ختم ہوگی تو دوسری یاد آجائے گی اور اس طرح باتوں میں سے باتیں نکالتے جائیں گے یہانتک کہ ان باتوں کا نمبر آٹھ دس تک پہنچ جائے گا- پس ہمیشہ اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ گفتگو سے دوسرے کے دل میں ملال پیدا نہ ہو- مگر یہ بھی یاد رہے کہ ملال دو قسم کا ہوتاہے- بعض لوگ تو پہلے ہی کہہ دیتے ہیں کہ ہم تمہاری باتیں نہیں سننا چاہتے- وہ شروع سے ہی توجہ نہیں کرتے- اور بعض لوگ توجہ تو کرتے ہیں مگر جب گفتگو کی طوالت دیکھتے ہیں تو بیزار ہوجاتے ہیں- اس لئے ہمیشہ یہ امر مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جب بات ملال کی حد تک پہنچ جائے تو انسان خاموش ہوجائے- ایک دن میں کوئی شخص مانا نہیں کرتا سوائے اس کے کہ کوئی شخص پہلے سے تیار ہو- اس لئے اس ایک دن میں جتھے بازی اور نمائش نہیں کرنی چاہیئے- ہاں یہ ضرور ہے کہ لوگ پہلے مسجدوں میں جائیں اور وہاں رو رو کر دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینے حق قبول کرنے کیلئے کھول دے- انہیں باتیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے- اعلیٰ دلائل سمجھائے اور ہماری زبان اور ہمارے ہر کام میں ایسی برکت ڈالے جس سے دوسرے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں- پس اکٹھے ہوکر مسجدوں میں دعائیں کرو مگر جب باہر نکل رہے ہو تو اُس وقت جتھے والی صورت نہ ہو- پھر تبلیغ میں اس امر کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے کہ وہ شخص جو صفائی سے کہہ دے کہ مَیں تمہاری باتیں سننا نہیں چاہتا اسے باتیں نہیں سنانی چاہئیں- رسول کریم ﷺ عکاظ کے میلہ میں جب تبلیغ کیلئے تشریف لے جاتے تو جہاں جہاں لوگ اکٹھے ہوتے وہاں جاکر فرماتے میں کچھ باتیں سنانا چاہتا ہوں- بعض کہتے ہم سننا چاہتے ہین اور بعض کہہ دیتے کہ ہم نہیں سننا چاہتے- جو لوگ سننے سے انکار کرتے رسول کریم ﷺ وہاں سے اٹھ آتے- اسی طرح حضرت مسیح ناصری نے بھی حواریوں کو نصیحت کی ہے کہ اگر کوئی تمہیں قبول نہ کرے اور تمہاری باتیں نہ سنے تو اس گھر یا اس شہر سے باہر نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑدو[۷] -

لیکن بعض لوگ اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم باتیں سنیں مگر ظاہر یہی کرتے ہیں کہ ہم سننا نہیں چاہتے- گویا ان کی مرضی ہوتی ہے کہ باتیں سنانے کیلئے اصرار کیا جائے اور یہ عقلمند کا کام ہوتا ہے کہ وہ معلوم کرے کہ کسی کا انکار بالکل

انکار ہے یا زیادہ اصرار کی خواہش رکھنے والا انکار ہے۔ بچپن میں جب ہم مدرسہ میں پڑھا کرتے تھے تو ہمارے ایک استاد تھے۔ ان کی عادت تھی کہ جب ہم سکول میں جاتے اور ہمارے پاس کوئی کھانے کی چیز دیکھتے تو کہتے دیکھنا مجھے نہ کھلادینا۔ وہ یہ کہتے جاتے اور ہم اصرار کے ساتھ ان کے منہ میں مٹھائی یا کوئی اور چیز ڈالتے جاتے اور وہ کھاتے جاتے۔ تو بعض لوگوں کی مراد نہیں کہنے سے دراصل ہاں ہوتی ہے۔ گویا انکار سے مراد یہ نہیں ہوتی کہ تم اٹھ جاؤ بلکہ یہ ہوتی ہے کہ باتیں سنانے کیلئے ذرا اصرار کرو۔ ہاں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جو واقعہ میں سننا نہیں چاہتے۔ اور جو یہ کہے کہ میں سننا نہیں چاہتا اسے خدا بھی نہیں سناتا اور نہ ایسا شخص فائدہ اٹھانے کے قابل ہوتا ہے۔ پس وہاں سے اٹھ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق بہت وسیع ہے ایک نہیں سنتا تو دوسرے کے پاس جاؤ۔ وہ بھی نہیں سنتا تو تیسرے کے پاس جاؤ۔ وہ بھی نہ سنے تو چوتھے کے پاس جاؤ اگر کوئی بھی نہیں سنتا تو بازار میں کھڑے ہوکر تقریر شروع کردو۔ ممکن ہے کسی راستہ پر گزرنے والے کے کان میں کوئی بات پڑجائے اور اسے فائدہ ہوجائے اور اگر کوئی بھی نہیں سنتا تو جیسے مسیحؑ نے کہا اس گاؤں یا شہر کی گرد اپنے پاؤں سے جھاڑدو۔ اور دوسرے گاؤں میں تبلیغ کیلئے نکل جاؤ۔ اور ایسے طریق سے اپنی باتیں سناؤ جس میں محبت کا رنگ پایا جائے۔ یہ نہ ہو کہ سننے والے کو یہ محسوس ہو کہ گویا تم زبردستی اپنی باتیں سنا رہے ہو۔ اگر زبردستی سناؤ گے تو وہ بظاہر تو تمہاری باتیں سنے گا مگر دل میں تمہیں گالیاں دیتا جائے گا۔ اور کہے گا میں کس مصیبت میں پھنس گیا۔ احمدی کیسے ضدی اور نامعقول ہوتے ہیں۔ اس طرح احمدیت کا نقش اس کے دل پر یہ نہیں بیٹھے گا کہ احمدی نہایت مخلص ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ یہ خیال کرے گا کہ احمدی نہایت ضدی اور نامعقول ہوتے ہیں۔ پس ایسا آدمی احمدیت کی طرف مائل نہیں ہوسکتا۔ تیسری بات یہ یاد رکھو کہ دلائل اتنا اثر نہیں رکھتے جتنا اخلاص اور عمل اثر رکھتا ہے۔ پس یوم التبلیغ آنے سے پہلے اس کیلئے تیاری کرو اگر کسی سے لڑائی اور جھگڑا ہے تو اس سے معافی مانگو اور صلح کرلو تاکہ یہ صلح تمہارے کام آئے۔ اگر تم عاجزانہ رنگ میں حق پر ہوتے ہوئے دوسرے سے معافی مانگتے اور اس کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہو تو اس پر نہایت ہی خوشگوار اثر پڑے گا۔ اور وہ خیال کرے گا کہ احمدی کتنے اچھے ہوتے ہیں کہ باوجود قصوروار نہ ہونے کے معافی طلب کرتے ہیں۔ اس طرح احمدیت کے متعلق اس کے دل میں نہایت اچھے خیالات ہوں گے اور جب تم تبلیغ کروگے تو اس سے لازماً متأثر ہوگا۔

دیکھو زمیندار جب زمین میں کوئی چیز بونے لگتا ہے تو پہلے اسے بیج ڈالنے کیلئے تیار کرتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایک ہی دن میں سخت زمین پر پانی کا چھینٹا دے دینے سے وہ تیار نہیں ہوسکتی۔ پہلے زمین پر کہیں گھاس ہوگا، کہیں کسی اور چیز کی جڑیں ہوں گی۔ پھر وہ سخت ہوگی اگر یونہی بیج پھینک کر چلا آئے تو ہر شخص اسے بیوقوف کہے گا۔ اسی طرح تبلیغ کیلئے بھی ہماری طرف سے اگر پہلے سے تیاری نہ ہوگی تو وہ بیج جو ہم پھینکیں گے وہ ضائع ہو جائے گا۔ پس اخلاص اور محبت سے لوگوں کے قلوب کو اپنی طرف مائل کرو تا جب تم تبلیغ کیلئے جاؤ تو ان کے دل احمدیت کے متعلق اچھے خیالات سے لبریز ہوں اور تمہاری باتوں کا ان پر اثر ہو۔ باقی اگر کوئی مخالف سختی کرتا ہے اور کوئی احمدی سختی کی وجہ سے بھاگ آتا ہے تو وہ بزدلی سے کام لیتا ہے۔ مومن کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ جب تک یہ سمجھتا ہے کہ ابھی پیغام نہیں پہنچا اپنے مقام سے نہیں ہٹتا اور جب دیکھتا ہے کہ پیغام پہنچ گیا تو چلا آتا ہے کیونکہ واپس تو آخر آنا ہی ہوتا ہے۔ رسول کریم ﷺ کا نمونہ یہی ہے آپ جب طائف تشریف لے گئے تو جتنی باتیں آپ ؐ سنا سکے سنادیں۔ اور جب لوگوں نے کہا کہ ہم باتیں سننے کیلئے تیار نہیں تو آپ واپس تشریف لے آئے۔ مگر واپسی کے وقت کفار نے آپ کے پیچھے بچے اور کتے لگادیئے۔ بچے آپ پر پتھر پھینکتے اور کتے کاٹتے۔ مگر باوجود اس کے رسول کریم ﷺ رستہ میں یہی دعا کرتے رہے کہ الٰہی! ان پر رحم کر میری قوم نے مجھے پہچانا نہیں [۸] ۔ جو شخص بھی آپ کو اس حالت میں دیکھتا وہ خیال ہی نہیں کرسکتا تھا کہ آپ بزدل ہیں بلکہ ہر شخص یہی کہتا کہ کیا کوہِ وقار ہے۔ لیکن ایسی ہی صورت میں اگر کوئی شخص دوڑتا جائے پیچھے بچے اور کتے لگے ہوئے ہوں اور وہ شور ڈالتا جائے کہ مرگیا، مرگیا مرگیا، تو ہر شخص کہے گا کہ یہ بزدل ہے۔ پس دونوں حالتوں میں فرق ہے اور ہر شخص کی حالت بتاسکتی ہے کہ وہ بزدلی دکھا رہا ہے یا بہادری۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہر ایسے مقام پر کھڑے رہنا چاہیئے جہاں تشدد ہو۔ اگرچہ بعض جگہ کھڑا رہنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً طائف سے تو رسول کریم ﷺ واپس آگئے مگر حنین کے موقع پر آپ نے کہا چھوڑ دو میرے گھوڑے کی باگ کو اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر دشمن کی طرف بڑھے۔ گویا آپ نے دونوں نظارے دکھلادیئے۔ ایک جگہ کچھ بچے اور کتے آپ کے پیچھے ڈالے گئے اور آپ واپس آگئے۔ کیونکہ آپ نے سمجھا کہ آپ جو پیغام پہنچانا چاہتے تھے وہ پہنچاچکے۔ مگر دوسری جگہ جب کہ چار ہزار تیرانداز سامنے تھے اور صرف بارہ صحابہ آپ کے پاس رہ گئے تھے، آپ نڈر

ہو کر میدان جنگ میں کھڑے رہے۔ صحابہ جوشِ اخلاص میں آپ کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر روکنا چاہتے۔ مگر آپ فرماتے چھوڑ دو میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۹۔ وہی پیغام ہے وہی پہنچانے والا ہے مگر ایک جگہ سے واپس آگئے اور دوسری جگہ کھڑے رہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موقع اور محل کو دیکھ کر کام کرنا چاہیئے۔ ایک موقع ایسا بھی آسکتا ہے جب کہ واپس آنا منع ہو۔ مثلاً سیالکوٹ میں جب مَیں نے ایک دفعہ لیکچر دیا اور مخالفوں نے روکنا چاہا تو اس وقت میں نے سمجھا تھا۔ میرا لیکچر بند کردینا اور واپس چلے جانا سلسلہ کی ہتک ہے جسے کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ پس میں نے اس وقت یہی سمجھا کہ چاہے پتھر پڑیں' زخمی ہوں ہم میدان سے نہیں ہٹیں گے۔ لیکن ایسے موقعے بھی آسکتے ہیں جب کہ واپس چلے آنا مناسب ہو۔

پس موقع اور محل کے مطابق کام کرو اور بزدلی نہ دکھاؤ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دشمن کے دل میں بھی محبت پیدا ہوجاتی ہے۔ مثلاً طائف سے ہی جب رسول کریم ﷺ واپس آرہے تھے تو ایک نہایت ہی اشد ترین دشمن نے جو ہمیشہ آپ کا مخالف رہا کرتا تھا جب آپ کی یہ حالت دیکھی تو وہ خود سامنے نہ جاسکا مگر اس نے اپنے غلام کو بلا کر کہا انگور توڑ کر انہیں کھلاؤ۱۰۔ یہ احساس بزدل شخص کیلئے کبھی پیدا نہیں ہوسکتا۔ پس بہادری دکھاؤ اور نرمی محبت اور خلوص سے دوسروں کو پیغامِ حق پہنچاؤ۔ تمہارے سامنے یہ مقصد نہ ہو کہ تمہارا رُعب دوسروں پر بیٹھے بلکہ یہ مقصد ہونا چاہیئے کہ دوسروں کو ہدایت حاصل ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے' نہ معلوم اس میں مبالغہ پایا جاتا ہے یا صحیح واقعہ ہے بہرحال سبق آموز ہے۔ آپ نے ایک دفعہ ایک نہایت خطرناک دشمن کو گرالیا۔ جب وہ گرچکا تو اس نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ اسے چھوڑ کر فوراً کھڑے ہوگئے وہ حیران ہوا اور کہنے لگا نہ آپ میری تلوار سے ڈرے اور نہ نیزے سے لیکن اَب جو میں نے تھوک دیا تو آپ مجھے چھوڑ کر کیوں کھڑے ہوگئے۔ آپ نے کہا اب تک میں تمہارے ساتھ خدا کیلئے جنگ کررہا تھا۔ لیکن جب تم نے تھوک دیا تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے خیال کیا کہ اب میرا لڑنا نفسانیت کی وجہ سے ہوجائے گا' اس لئے میں نے چھوڑ دیا۱۱۔ پس تبلیغ کرو مگر خدا کیلئے کرو۔ نفسانی اغراض کے ماتحت تبلیغ کبھی بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ ہماری جماعت کو قائم ہوئے پچاس سال ہوگئے ہیں مگر ابھی تک اس نسبت سے ہماری جماعت نہیں پھیلی جس نسبت سے اسے پھیلنا چاہیئے تھا۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ بعض لوگ کمزوری

دکھادیتے ہیں اور بعض کے اخلاص میں کمی ہوتی ہے۔ اگر سب لوگ خدا کیلئے کام کرتے تو آج بالکل اور حالت ہوتی۔

پس کوشش کرو کہ یہ دن بابرکت ہوجائے اور ہر شخص سمجھے کہ یوم التبلیغ کیا آتا ہے۔ دنیا کو فتح کرنے کا نظارہ سامنے آجاتا ہے۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو کہ وہ تبلیغ کی توفیق عطا فرمائے۔ جہاں چھوٹی جماعتیں ہیں وہاں بڑی جماعتیں قائم ہوجائیں۔ جہاں کوئی جماعت نہیں وہاں جماعت قائم ہوجائے۔ نئے آدمی اس سلسلہ میں کثرت سے داخل ہوں۔ اور جو پرانے ہیں ان کی وہ خود روحانی تربیت کرکے اس مقام پر کھڑا کرے جہاں کھڑا کرنا اس کا منشاء ہے۔

(الفضل ۱۹ - اکتوبر ۱۹۳۳ء)

۱؎

۲؎ بخاری کتاب الاذان باب فضل صلوٰة العشاء فی الجماعة

۳؎ تبختر: اترا کر چلنا۔ نازو ادا سے چلنا۔ تکبر و غرور سے چلنا

۴؎ فتح الباری بشرح البخاری جلد ۸ صفحہ ۷ بالمطبعة الخیریة قاھرہ مصر ۱۳۲۵ھ

۵؎ ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب قیام اللیل

۶؎

۷؎ مرقس باب ۶ آیت ۱۱

۸؎

۹؎ مسلم کتاب الجھاد والسیر باب فی غزوة حنین

۱۰؎ سیرت ابن ھشام الجزء الاول صفحہ ۱۴۷ مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ

۱۱؎